

عدالتِ عظمیٰ پاکستان

(اختیارِ سماعت اپیل)

موجود:

جناب جسٹس شیخ عظمت سعید، جج

جناب جسٹس مشیر عالم، جج

جناب جسٹس دوست محمد خان، جج

فوجداری اپیل نمبر ۱۹۰/۲۰۱۶

(اپیل فوجداری بخلاف فوجداری نمبری ۲۰۰۲/۱۹۳۷ عدالتِ عالیہ لاہور، لاہور محرّہ ۲۰۰۷-۰۴-۱۹)

(سائل)

عابد عرف رانا

بنام

(جواب کنندہ)

سرکار

منجانب سائل: جناب جعفر رضا خان، وکیل، عدالتِ عظمیٰ
منجانب سرکار: چوہدری محمد سرور سدھو، ایڈیشنل پی۔ جی۔ پنجاب
تاریخ سماعت: ۳۱ مئی ۲۰۱۶ء

فیصلہ/حکم آخر

دوست محمد خان، جج:-

اپیل کنندہ نے جیل سے عرضداشت نمبری ۵۴/۲۰۱۴ برائے حصول اجازت اپیل دائر کی جس پر مورخہ ۱۵/۰۴/۲۰۱۶ کو اُن کو اپیل ہذا دائر کرنے کی اجازت دی گئی۔

مختصر خلاصہ وقوعہ:-

موجودہ خونی وقوعہ کی رپورٹ ابتدائی موقعہ واردات سے بشکل مراسلہ شوکت علی نمبر ۳۸۲/ہیڈ کانسٹیبل، سی۔آئی۔اے پولیس صدر شیخوپورہ نے یوں تحریر کر کے تھانہ سٹی شیخوپورہ کو مورخہ ۱۹۹۹/۰۶/۱۱ کو بوقت ۱۱:۲۰ بجے تیار کر کے بھیجا اور یوں گویاں ہوا کہ وہ ایک مجرم اشتہاری عارف حسین کی سراغ رسانی اور گرفتاری کے سلسلے میں تقریباً دس بجے رات رکھ بھاؤلی پہنچا اور پہنچتے ہی اندھا دھند فائرنگ کی آواز سنی لہذا وہ بمعہ ہمراہی کانسٹیبل موقعہ واردات کے قریب گئے تو معلوم ہوا کہ چار مسلح ڈاکو نامعلوم راہ چلتے مسافروں کو لوٹ رہے تھے، جنہوں نے سخاوت علی شاہ سے انگوٹھی طلائی، کلائی گھڑی اور نقد مبلغ -/۲۰۰ روپے چھین کر اس کو باندھ رکھا تھا، اور ساتھ ہی مسمیان جاوید ساکن رکھ بھاؤلی اور سید شاہ نواز سکند چک نمبر ۴۴۴ جن کے نام اور پتہ بعد میں معلوم ہوئے کو لوٹنے کے لیے روکا تاہم مزاحمت پر ڈاکوؤں نے ان پر فائرنگ شروع کر دی، نتیجتاً شاہ نواز شدید مضروب ہوا۔ چونکہ مدعی اور ساتھی کانسٹیبل کے لکارنے پر ڈاکوؤں نے اُن پر بھی فائرنگ کی لہذا حق حفاظت خود اختیاری استعمال کرتے ہوئے انہوں نے ڈاکوؤں پر جوابی فائرنگ کی جس کے نتیجے میں ایک ڈاکو اسم اور مسکن نامعلوم مضروب ہو کر گر پڑا اور بقایا تین ڈاکو بھاگ جانے میں کامیاب ہوئے۔ اس دوران فائرنگ اور شور کی آواز سن کر نزدیکی آبادی سے کافی مرد حضرات آگئے۔ لٹے ہوئے گواہان نے ڈاکوؤں کے سامنے آنے پر شناخت کی حامی بھر لی۔ اسی مراسلہ رپورٹ پر مقدمہ نمبر ۲۳۷ تھانہ سٹی مرید کے شیخوپورہ زیر دفعات ۳۰۲، ۳۲۴، ۳۹۷، ۳۹۴، ۳۵۳ تعزیرات پاکستان درج کیا گیا اور بعد دفعہ ۱۳۔ اسلحہ آرڈیننس مجریہ ۱۹۶۵ء کا اضافہ کیا گیا۔ دوران تفتیش اپیل کنندہ کو گرفتار کیا گیا۔ جس کی مبینہ نشاندہی پر ۳۲ بورریو اور فیکٹری کے عقب زمین کے اندر سے برآمد کیا گیا۔ جبکہ ہلاک شدہ ڈاکو جس کا نام اور پتہ بعد میں معلوم ہوا، کی لاش کے ساتھ ۱۸ ایم ایم رائفل اور خالی خول فائر شدہ اور ثابت کارتوس برآمد کئے گئے۔

۲۔ تفتیش کے اختتام پر ملزم کے خلاف چالان عدالت خصوصی میں دائر کیا گیا جہاں پر مقدمہ کی سماعت کے اختتام پر خصوصی عدالت کے فاضل جج نے بذریعہ حکم مورخہ ۲۰۰۲/۱۱/۱۲ اپیل کنندہ کو شریک واردات مجرم ٹھہرا کر مندرجہ ذیل سزائیں سنادیں:-

(الف) زیر دفعہ ۷(اے) انسدادِ تجزیہ کاروائی کے قانون ۱۹۹۷ کے تحت عمر قید اور ۵ لاکھ جرمانہ، عدم ادائیگی جرمانہ

کی صورت میں دو سال قید با مشقت مزید۔

(ب) زیر دفعہ ۷(آئی) انسدادِ تجزیہ کاروائی کے قانون کے تحت ۵ سال سزا۔

(ج) زیر دفعہ ۱۱-۲۱ انسدادِ تجزیہ کاروائی کے تحت ۵ سال سزا اور زیر دفعہ ۵۴۴(اے) ضابطہ فوجداری کے تحت

اپیل کنندہ کو حکم ہوا کہ ورثائے مقتول شاہ نواز کو ۵ لاکھ روپے عوضانہ ادا کرے یا بصورت دیگر ۶ ماہ قید سخت

مزید گزارے۔

۳۔ اپیل کنندہ نے اپنی سزایابی کے خلاف عدالت عالیہ لاہور میں اپیل ۲۰۰۲/۱۹۳۷ ادا کر کی۔ سماعت کے بعد عدالت عالیہ نے اپیل کنندہ کو مزید عمر قید بامشقت زیر دفعہ ۳۰۲ تعزیرات پاکستان کی سزا سنائی اور مزید مبلغ ۵۰،۰۰۰ روپے ورثائے مقتول شاہ نواز کو ادا کرنے کا حکم دیا۔

۴۔ نیز عدالت عالیہ نے زیر دفعہ ۳۲۴ تعزیرات پاکستان ملزم کو ۱۰ سال قید بامشقت کی مزید سزا سنائی اور مبلغ ۱۰،۰۰۰ روپے جرمانہ ادا کرنے کا حکم دیا، بصورت عدم ادائیگی ۳ مہینے قید محض سنائی۔ اسی طرح عدالت ابتدائی کے حکم میں ترمیم کرتے ہوئے زیر دفعہ ۳۹۴ تعزیرات پاکستان کے تحت ۱۰ سال قید بامشقت اور جرمانہ مبلغ ۵،۰۰۰ روپے کی سزا سنائی اور دفعہ ۳۵۳ تعزیرات پاکستان کے تحت دو سال قید بامشقت اور زیر دفعہ ۱۱۳ امتناعی غیر قانونی اسلحہ قانون مجریہ ۱۹۶۵ء کے تحت ۳ سال قید بامشقت کی سزا سنائی۔ تاہم تمام سزائوں کو یکجا تصور کر کے قید گزارنے کا حکم دیا۔ اپیل کنندہ کو رعایت زیر دفعہ ۳۸۲۔ ب ضابطہ فوجداری دی گئی۔

۵۔ یہ امر تسلیم کرنے سے استغاثہ انکاری نہیں کہ موجودہ وقوعہ رات کی تاریکی میں سرزد ہوا اور وہ بھی ایسی جگہ پر جہاں روشنی کا کوئی انتظام نہ تھا۔ اگرچہ کچھ گواہان نے اپیل کنندہ اور دیگر ساتھی ملزمان کو شناخت کرنے کی ذمہ داری لی تھی مگر یہ ناقابل فہم بات ہے کہ اپیل کنندہ کی گرفتاری جو بغیر کسی وضاحت کے کی گئی کے بعد سائل کو جیل کے اندر گواہان استغاثہ کے سامنے شناخت پریڈ کے لیے پیش نہیں کیا گیا اور نہ ہی اس کوتاہی کی کوئی معقول وجہ بیان کی گئی۔

۶۔ یہ قابل توجہ بات ہے کہ رات کی تاریکی میں واردات سرکہ بالجبر یا ڈاکہ زنی کرنے کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ واردات کرنے والوں کو مدعی یا گواہان شناخت نہ کر سکیں۔ یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ اکثر اوقات ڈاکو رات کی تاریکی میں واردات کرتے وقت چہروں کو ڈھانپتے ہیں تاکہ ان کی شناخت ناممکن بنائی جاسکے۔

۷۔ قانون اور اصول انصاف کے نقطہ نظر کے تحت رات کی تاریکی میں ملزمان کو شناخت کرنے کے دعویٰ کو ہمیشہ شبہ کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اور اس قسم کی شہادت ہمیشہ مشکوک تصور کی جاتی ہے، کیونکہ اس قسم کی شہادت کی صداقت اور کھرے پن پر شبہ کرنا انسانی عقل اور فہم کے عین مطابق ہے جب تک مکمل حلیہ ملزمان اور ہر ایک ملزم کا مجرمانہ کردار جرم سرزد کرتے ہوئے بیان نہ کیا گیا ہو اور جہاں مروجہ قانون کے عین مطابق شناخت پریڈ میں ان کو شناخت کیا گیا ہو۔

۸۔ جہاں تک چشم دید گواہان کی شہادت کا تعلق ہے، عدالت بجا طور پر اس کو رد کرتی ہے، کیونکہ ان کا ملزمان کی شناخت کا گھپ اندھیرے میں دعویدار ہونا شک و شبہ سے بالائیں ہے۔ عدالت کی نظر میں اسی وجوہ کی بنیاد پر

اپیل کنندہ کی شناخت، شناخت پریڈ کے ذریعے ان گواہان سے نہیں کرائی گئی۔

۹۔ جہاں تک اپیل کنندہ کی نشاندہی پر ریوالور کی برآمدگی کا تعلق ہے وہ ایک تائیدی شہادت کا درجہ رکھتی ہے، تاہم یہ شہادت بھی مفلوج اور ناقابل یقین ہے کیونکہ اس قسم کے اسلحہ کا کوئی خول وغیرہ برآمد نہ کیا گیا ہے اور نہ ہی اس کا معائنہ اور مشابہت اسلحہ اور گولیوں کے ماہر سے کرایا گیا۔ لہذا استغاثہ کے حق میں اسکی حیثیت کچھ بھی نہیں۔

۱۰۔ یہاں پر یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ ابتدائی رپورٹ بر موقع تیار کرنے میں بدینتی اور بے ایمانی سے کام لیا گیا ہے کیونکہ مقتول شاہ نواز کی نعش کا معائنہ ڈاکٹر نے بعد از دوپہر کیا ہے اور اسی طرح ہلاک شدہ ڈاکو کا معائنہ اُسکے ایک یا ڈیڑھ گھنٹے بعد کیا گیا ہے۔ اس تاخیر کے لیے استغاثہ کے پاس کوئی معقول وجہ تو درکنار عام وضاحت بھی عدالت کو مطمئن کرنے کے لیے موجود نہیں، مزید یہ کہ پولیس کے قواعد و ضوابط کے قانون کے تحت جو گولیاں سرکاری رائفلوں سے داغی گئیں اس کی رپورٹ نہ تو روزنامچہ تھانہ میں درج کی گئی نہ ہی پولیس لائن کو تحریری اطلاع دی گئی تاکہ استعمال شدہ گولیوں کے عوض مزید کارٹوس حاصل کر سکیں جیسا کہ پولیس احکامات کے مجموعہ قوانین میں یہ لازمی امر ہے۔

۱۱۔ جیل متعلقہ کے اعلیٰ افسر نے جو رپورٹ بھیجی ہے اس کے مطابق اپیل کنندہ تقریباً ۱۶ سال کی قید با مشقت پہلے ہی گزار چکا ہے۔

۱۲۔ یہ اصول قانون و انصاف ناقابل شکست و ناقابل تردید ایک صدی پر محیط عرصے سے چلا آ رہا ہے کہ سزائے موت اور عمر قید کے جرائم میں اس قسم کی سزائیں دینے کے لیے استغاثہ پر یہ لازم ہے کہ کسی ملزم کی مجرمیت ثابت کرنے کے لیے شک و شبہ سے بالاتر قابل یقین ذرائع سے حاصل شدہ شہادت پیش کرے بصورت دیگر اس قسم کی کمزور، نحیف، خام، ناتواں اور ناقابل یقین شہادت جس کی تائید کسی تائیدی شہادت سے نہیں ہوتی تو شک و شبہ کا فائدہ بلا کسی تاثر کے ملزم کو دیا جائے گا۔

۱۳۔ مزید یہ کہ ڈاکٹری رپورٹ مرگ سے کچھ ایسے شواہد ملتے ہیں جو کہ استغاثہ کی پوری کہانی کو مشکوک بنا دیتے ہیں، کیونکہ مقتول کے ایک زخم پر بارود کے سیاہ نشانات ہیں جب کہ دوسرے زخموں پر ایسا نہیں ہے۔ نیز اکثر گواہان استغاثہ نے عدالت میں شہادت کے دوران اپنے بیانات جو کہ تفتیش کے دوران دئے گئے تھے میں دانستہ طور پر بدینتی سے کام لیتے ہوئے ناجائز طور پر تخفیف اور تحریف کے ذریعے ناکام اصلاح کرنے کی کوشش کی ہے۔ لہذا اسی نقطہ نگاہ سے بھی جملہ گواہان ناقابل بھروسہ اور ان کے بیانات قلمبند شدہ شکوک اور شبہات پیدا کرتے ہیں اور ناقابل یقین ہونے کی وجہ سے رد کئے جاتے ہیں۔

۱۴۔ ملزم کے بیان زیر دفعہ ۳۴۲ ضابطہ فوجداری میں ہمیں کوئی ایسا عنصر نظر نہیں آیا جس سے یہ عندیہ ملتا ہو کہ ملزم نے کوئی اعتراف جرم کیا ہو۔ یہاں پر یہ امر قابل ذکر ہے کہ اگر ایسا ہو بھی سہی پھر بھی اعتراف اور اقبال جرم دونوں میں قانون کے تحت بہت بڑا اور واضح فرق ہے اور بیان ملزم کے کسی ایک جزو کو بنیاد بنا کر اس قسم کے جرائم میں سزا دینا انصاف و قانون کے زیر اصولوں کے خلاف ہوگا۔ نیز یہ کہ ملزم کے بیان کو مجموعی طور پر لیا جائیگا نہ کہ ایک جزو کو بنیاد بنا کر اس کے خلاف استعمال کیا جائے۔ یہ ایک مسلمہ اصول ہے جس کی خلاف ورزی کی کسی طور پر اجازت نہیں دی جاسکتی۔

۱۵۔ بوجوہات بالا اپیل کنندہ کو شک کا فائدہ دے کر جملہ جرائم جس میں وہ سزایاب ہوا سے بری کیا جاتا ہے اور اس کی اپیل منظور کی جا کر حکم دیا جاتا ہے کہ ملزم کو فوری طور پر جملہ جرائم بالا میں جیل سے آزادی دی اور دلائی جائے جب تک کہ وہ کسی اور جرم میں کسی اور عدالت کے حکم پر جیل انتظامیہ کو مطلوب نہ ہو۔

۱۶۔ فیصلہ عدالت میں پڑھ کر سنایا اور سمجھایا گیا۔

جج

جج

جج

(اشاعت کے لیے منظور)

اسلام آباد، ۳۱ مئی، ۲۰۱۶ء

﴿عظیم الدین ارشد﴾